REGD. No L. 5254

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون نمبر ۴۹

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل ربوہ

خطبہ نمبر ۱

یوم چہار شنبہ

۷ رجب ۱۳۷۹ھ

فی پرچہ ۱۰

جلد ۴۹/۱۴ | ۶ صلح ۱۳۳۹ ہش | ۶ جنوری ۱۹۶۰ء | نمبر ۵

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ

کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

— از محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ربوہ —

ربوہ ۵ جنوری بوقت دس بجے صبح۔ کل دن بھر حضور کو ہلکے اعصابی ضعف کی شکایت رہی۔ رات نیند اچھی آگئی۔ اس وقت طبیعت نسبتاً بہتر ہے۔ احباب جماعت نہایت درد و الحاح کے ساتھ حضور کی کامل شفایابی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

خاکسار: (ڈاکٹر) مرزا منور احمد ربوہ

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت — ربوہ ۵ جنوری۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کو دائیں کلائی میں درد کی تکلیف زیادہ رہی۔ صحابہ کرام و احباب جماعت کی خدمت میں خاص طور پر دعاؤں کی درخواست ہے۔

خاکسار: (ڈاکٹر) مرزا منور احمد ربوہ

تقریب رخصتانہ

ربوہ۔ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۶۰ء بروز دوشنبہ بعد نماز عصر مکرم سید بشیر احمد شاہ صاحب منیجر اعانۂ خدمت خلق ربوہ کی صاحبزادی سیدہ شاہ رخ نسرین صاحبہ سلمہا کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ جس میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افراد صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دیگر بزرگان سلسلہ اور بہت سے مقامی احباب کے علاوہ ازراہ شفقت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے بھی شرکت فرمائی۔ سیدہ شاہ رخ نسرین صاحبہ سلمہا کا نکاح مورخہ ۲ اگست ۱۹۵۹ء کو محترم السید عبداللہ محمد الشبوطی آف عدن کے صاحبزادے السید محمود عبداللہ الشبوطی متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ کے ہمراہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے پڑھا تھا — برات کے آنے پر جو دولہا ان کے والد محترم اور دیگر افراد خاندان کے علاوہ جامعہ احمدیہ کے طلباء اور ممبران اسٹاف پر مشتمل تھی۔ تقریب رخصتانہ کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو عزیز سید نفیر احمد شاہ نے کی۔ بعد ازاں مکرم حافظ محمد رمضان صاحب فاضل نے

(بقیہ صفحہ ۸)

...ہ کی توفیق دے۔ اور بالخصوص ان کے اہل و عیال کا دین و دنیا میں ہر طرح حافظ و ناصر ہو۔ اور ان کے بچوں کو پروان چڑھا کر انہیں کامیاب و بامراد زندگی گزارنے کے قابل بنائے۔ آمین

انگلستان میں عبدالحمید خان کپور تھلوی مرحوم کی تدفین

لنڈن سے بذریعہ تار آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ عبدالحمید خان صاحب مرحوم کپور تھلوی جو دسمبر ۱۹۵۹ء کے اواخر میں حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث انگلستان میں وفات پاگئے تھے ان کی نعش مورخہ ۲ جنوری ۱۹۶۰ء کو فیلتھم کے قبرستان میں سپرد خاک کر دی گئی اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ مکرم مولود احمد خان صاحب امام مسجد لنڈن نے پڑھائی۔ جس میں جماعت احمدیہ انگلستان کے ستر کے قریب احباب شریک ہوئے۔

مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت محمد خان صاحب رضی اللہ عنہ کپور تھلوی کے پوتے اور محترم جناب عبدالحمید خان صاحب ریٹائرڈ مجسٹریٹ کپور تھلہ حال ۲۰۰ سی ماڈل ٹاؤن لاہور کے فرزند تھے۔ مرحوم نے ایک بیوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔ نیز پسماندگان کو صبر جمیل دے۔

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی سے شائع کیا

خطبہ جمعہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بلند مقام

آپؐ دین کی خدمت میں اس درجہ محو ہو چکے تھے کہ آپ کا تمام ماحول بھی کلی طور پر خدا تعالیٰ کیلئے ہو گیا تھا

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین کی نہایت لطیف اور پر معارف تفسیر

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۹ راگست سنہ ۱۹۴۹ء بمقام یارک ہاؤس ۔ کوئٹہ

(یہ ایک غیر مطبوعہ خطبہ جمعہ ہے جسے ادارہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

تشہد تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

اس کے بعد فرمایا :-

تیسری بات

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مَحْیَایَ بیان فرمائی ہے ۔ مَحْیَا کے ایک معنے تو زندگی کے ہوتے ہیں ۔ یعنی جس بات کے لئے لفظ حیات استعمال ہوتا ہے انہی معنوں پر لفظ مَحْیَا بھی استعمال ہوتا ہے لیکن مَحْیَا کے معنے علاوہ زندگی کے مقام زندگی کے بھی ہوتے ہیں ۔ یعنی جس جگہ کوئی شخص رہتا ہے اور اپنی زندگی بسر کرتا ہے ۔ وہ بھی مَحْیَا کہلاتی ہے اس کے ساتھ ہی للہ رب العلمین کہہ کر یہ قید لگا دی گئی ہے کہ میری ساری زندگی اس خدا کی خاطر ہے ۔ جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنیوالا ہے ۔ خدا تعالیٰ کی خاطر

زندگی کئی درجے رکھتی ہے

سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو اس بات پر آمادہ کرے کہ اگر خدا تعالےٰ کے لئے اسے دُنیا چھوڑنی پڑی تو وہ چھوڑ دے گا بیشک وہ عملاً دنیا چھوڑ نہیں دیتا ۔ لیکن ضرورت پڑنے پر وہ اپنے نفس کو اس بات کے لئے تیار پاتا ہے مگر یہ خدا کے لئے زندگی بسر کرنے کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے ۔ کامل درجہ نہیں ۔ کیونکہ ایک آدمی وہ ہوتا ہے جو دنیا کو چھوڑ دینے کا ارادہ رکھتا ہے اور ایک آدمی وہ ہوتا ہے جو صرف ارادہ ہی نہیں رکھتا بلکہ عملاً ایسا کر دیتا ہے اور یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے ۔

ایثار والی زندگی

کا درجہ عام زندگی سے بہر حال بالا ہے ۔ خدا تعالیٰ کی خاطر دنیا چھوڑنے والے لوگ صرف یہ نہیں کہتے ۔ کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ اپنی زندگی خدا تعالےٰ کی خاطر وقف کر دیں گے ۔ بلکہ وہ عملی طور پر بھی وقف کر دیتے ہیں اور ان کے تمام کام خدا تعالےٰ کے لئے ہو جاتے ہیں وہ

خدا تعالےٰ پر توکل

کر کے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں وہ دنیا کی کمائی کے ایسے ذرائع تجویز کرتے ہیں جو اُن کی وقف شدہ زندگی میں رخنہ نہ ڈالیں اور ان کے مذہبی کاموں میں روکاوٹ پیدا نہ کریں مثلاً جب فتح خیبر ہوئی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ زمین اپنے خاندان کے لئے وقف کر دی جس سے ان کے گذارہ کا سامان ہوتا تھا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم زمینوں پر خود کام نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ جس طرح

اجارہ پر زمین دی جاتی ہے

وہ زمین دوسروں کو دے دی گئی تھی ۔ اور اس سے جو حصہ آتا تھا ۔ وہ آپؐ خاندان میں تقسیم کر دیتے تھے اسی طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگیاں بھی نظر آتی ہیں وہ اپنے اوقات دنیوی کاموں میں استعمال نہیں کرتے تھے ۔ گو ضمنی طور پر ایسے کام ہو بھی جاتے تھے ۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا ۔ وہ ایسا کام کر لیتے تھے ۔ مگر اس طرح نہیں ۔ کہ وہ ان کے اصل کام میں روک پیدا کر دیں ۔ یہ مقام نہایت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے ۔ کہ میری ساری زندگی اللہ تعالےٰ کی خاطر ہے ۔ مگر اس سے اوپر ایک اور مقام بھی ہے یعنی

ایک مقام تو یہ ہوتا ہے

کہ انسان خدا تعالےٰ کے لئے زندگی بسر کرے ۔ مگر یہ مقام ادنیٰ ہوتا ہے ۔ کیونکہ اس میں صرف اتنی بات پائی جاتی ہے کہ انسان اپنے ارادے اور نیت سے اس کام میں لگا رہتا ہے ۔ لیکن ایک مقام ایسا ہوتا ہے کہ زندگی قربان کرنے والا ایسے مقام پر پہونچ جاتا ہے ۔ کہ خدا تعالےٰ اُس کی اس قربانی کو قبول کر لیتا ہے ۔ یہ دونو مقام الگ الگ ہیں ۔ جو انسان اپنے ارادے اور نیت سے اپنی زندگی کو

خدا تعالےٰ کی خاطر وقف

کر دے ۔ ضروری نہیں کہ خدا تعالےٰ اسے قبول بھی کر لے ایک شخص اپنے آپ کو خدمت کے لئے آقا کے سامنے پیش کر دیتا ہے ۔ لیکن ضروری نہیں ۔ کہ آقا اس کی خدمت کو قبول بھی کر لے ۔ اس شخص کی زندگی خدا تعالےٰ کی خاطر تو شمار ہوگی لیکن یہ اعلیٰ مقام قربانی نہیں ۔ ہاں خدا تعالےٰ اس کی قربانی کو قبول کر لے تو یہ علیحدہ امر ہے

مَحْیَایَ میں

اس طرف بھی اشارہ ہے

کہ میری زندگی اب ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ میری زندگی درحقیقت اللہ کی زندگی ہو گئی ہے ۔ میں چلتا ہوں ۔ تو میں نہیں چلتا ۔ خدا تعالےٰ چل رہا ہوتا ہے میں دیکھتا ہوں تو اس وقت میں نہیں دیکھ رہا ہوتا خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہوتا ہے ۔ میں کوئی بات سنتا ہوں تو اس وقت میں نہیں سن رہا ہوتا ۔ خدا تعالےٰ سُن رہا ہوتا ہے گویا میری زندگی باختیار خود زندگی نہیں ۔ بلکہ میری زندگی باختیار اللہ ہو گئی ہے ۔ میری مرضی خدا تعالیٰ کی مرضی ہو گئی ہے ۔

یہی وہ مقام ہے

جس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ کہ بندہ خدا تعالےٰ کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے اور ہوتے ہوتے وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ اسکے کان بن جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے خدا تعالےٰ اُس کی آنکھیں بن جاتا ہے ۔ جن سے وہ دیکھتا ہے ۔ خدا تعالےٰ اس کی زبان بن جاتا ہے ۔ جس سے وہ بولتا ہے خدا تعالےٰ اس کے ہاتھ بن جاتا ہے ۔ جن سے وہ پکڑتا ہے ۔ خدا تعالےٰ اسکے پاؤں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے گویا وہ صرف اپنی طرف سے ہی کوشش نہیں کرتا ۔ بلکہ خدا تعالےٰ بھی اس کی کوششوں کو قبول کر لیتا ہے اور اسے اپنی صفات کے ظہور کا مقام بنا لیتا ہے ۔ پھر اس سے اوپر ایک اور مقام آتا ہے اور وہ

مَحْیَا کے دوسرے معنے

ہیں ۔ اور وہ مقام یہ ہے کہ اس کا مقام زندگی بھی خدا تعالےٰ کیلئے ہو جاتا ہے اور وہ اشاعت اسلام

اور اعلائے کلمۃ اللہ اور خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف توجہ دینے میں اتنا مشغول ہو جاتا ہے کہ جس جگہ بھی وہ جاتا ہے۔ لوگ کھچے ہوئے اسی کی طرف آجاتے ہیں۔ یہ مقام انبیاءؑ کو نصیب ہوا ہے۔ مگر جس شان کے ساتھ یہ مقام

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کو ملا ہے کسی دوسرے نبی کو نہیں ملا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بھی یہ مقام نصیب ہوا ہے مگر آپ کی زندگی میں ایسا نہیں ہوا بلکہ وفات کے بعد ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی جس جگہ تھے وہ ماحول پاکیزہ ہو گیا تھا اس جگہ کے رہنے والے قربانی کرنے والے تھے مگر وہ ماحول بھی محدود تھا۔ اگر کوئی ہستی ایسی ہوئی ہے جس نے اپنے آپکو خدا تعالیٰ کی خاطر اس کے دین کی خدمت میں اس قدر محو کر دیا ہو۔ کہ تمام ماحول کلّی طور خدا تعالیٰ کے لئے ہو گیا ہو۔ تو وہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ آپؐ کے شہر اور علاقہ کے جو رہنے والے تھے۔ آپؐ نے ان سب کو اپنی قوت قدسیہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے لئے کر دیا۔

پھر

رب العالمین کی شرط

تمام معنوں کے ساتھ اپنے اپنے رنگ میں لگتی ہے۔ خصوصاً آخری معنوں کے ساتھ اس کا خاص تعلق ہے۔ آپ نے نہ صرف تبلیغ کی۔ بلکہ آپؐ کے ملنے کی وجہ سے لوگوں میں خدا تعالیٰ کی اتنی محبت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ اس کی وجہ سے نہ صرف مدینہ اور اس کے اردگرد کا علاقہ مسلمان ہو گیا۔ بلکہ قریباً سارا عرب مسلمان ہو گیا۔ صرف کہیں کہیں عیسائی اور یہودی قبائل رہ گئے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کو ایک زائد بات بھی حاصل تھی۔ آپ کے شہر اور علاقہ کا مسلمان ہو جانا تو

چھوٹی سی بات ہے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

ان صلاتی ونسکی و
محیای ومماتی للّٰہ
رب العالمین

میری زندگی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ یعنے میرے تمام کام ایسے ہیں جو صرف میری ذات کے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے ہیں۔ دوسرے انبیاء بھی اس کام میں ایک حد تک آپ کے مشابہ ہیں۔ حضرت موسےٰ کے اتباع میں بھی یہ جذبہ پایا جاتا تھا۔ مگر وہ محدود رنگ رکھتا تھا۔ تورات میں یہی حکم آتا ہے۔ کہ تم بنی اسرائیل کے ساتھ یوں سلوک کرو یوں سلوک کرو۔ ساری دنیا سے سلوک کرنے کا اس میں کہیں حکم نہیں دیا گیا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں

ساری دنیا کے لئے ہمدردی

پائی جاتی تھی۔ اسی لئے آپ کو ساری دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا۔ مگر اس سے بڑھ کر آپ کو یہ بات حاصل تھی۔ کہ آپ کا مقام حیات جو تھا وہ بھی رب العالمین کے لئے ہو گیا تھا۔ یعنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی نہیں بلکہ آپ کے ماننے والوں نے بھی بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

اس کی موٹی مثال

یہ ہے کہ اگر کسی قوم کے اندر دوسروں کے فوائد کو اپنے فوائد پر مقدم رکھنے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس کا مقام حیات کس قدر بلند ہوگا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب شام میں لڑائیاں ہوئیں اور بیت المقدس بھی فتح ہوا۔ تو عیسائیوں نے دوبارہ حملہ کیا اور مسلمانوں کو کچھ وقت کے لئے بیت المقدس چھوڑنا پڑا۔ جب مسلمان پیچھے ہٹے۔ اور انہوں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ بیت المقدس کو کچھ وقت کے لئے چھوڑ دیں گے تو انہوں نے شہر کے باشندوں کو بلایا۔ اور آئندہ سال کے لئے جو ٹیکس وصول کئے ہوئے تھے وہ سب واپس کر دئیے اس کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ تاریخ میں آتا ہے کہ جب لشکر شہر سے باہر نکل آیا تو عوام الناس تو الگ رہے بڑے بڑے پادری بھی

روتے اور دعائیں کرتے تھے

کہ اے خدا ان لوگوں کو جلد واپس لا۔ اُن کی اپنی قوم ان پر قابض ہو رہی تھی۔ لیکن وہ غیر قوم کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے کہ خدا ان کو جلد واپس لے آئے مسلمانوں نے سال بھر حفاظت کرنے کے بدلہ میں اُن سے ٹیکس وصول کیا تھا لیکن جب دیکھا کہ اب انہیں حفاظت کرنے کا موقع نہیں ملے گا تو سب ٹیکس واپس کر دیئے۔ اتنے تدیّن اور ورع کی مثال اور کہیں نہیں ملتی وہ سمجھتے تھے کہ ہم ان لوگوں کی خدمت کے لئے آئے تھے اگر ہم ان سے کوئی ٹیکس لیتے ہیں تو اُس خدمت کے لئے لیتے ہیں۔ اور اگر ہمیں ان کی خدمت کرنے کا موقعہ نہیں ملا تو ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ان کے ٹیکس اپنے پاس رکھیں۔ یہ ربّ العٰلمین والی صفت تھی جو ان میں پائی جاتی تھی کہ وہ ہر نقطہ اور ہر لحاظ سے اپنے آپ کو

بنی نوع انسان کا خادم

سمجھتے تھے یہ۔ مَحیایَ للّٰہِ ربِّ العٰلمین کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی کہیں اور نہیں مل سکتی باقی حکومتیں اور ادارے بھی دوسروں کے حقوق کی نگرانی کرتے ہیں اور جہاں جاتے ہیں وہ ایسا کرتے ہیں لیکن یہ ان کا ایسا کرنا خالص بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ہو اور ربّ العٰلمین خدا کے لئے ہو اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

یہ کتنا بڑا تغیر ہے

جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن اتنا بڑا کام سوائے اسلامی تعلیم کا گہرا مطالعہ کرنے والے اور موت کے لئے ہر وقت تیار رہنے والے کے کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ چھوٹے چھوٹے کاموں میں لالچ آجاتا ہے۔ معمولی معمولی باتوں میں انسان کوشش کرتا ہے کہ اس کے آرام کی کوئی صورت نکل آئے مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَحیایَ للّٰہِ ربّ العٰلمین نہ صرف میں بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے مقرر کیا گیا ہوں۔ بلکہ دوسرے انبیاءؑ پر مجھے

یہ فوقیت حاصل ہے

کہ میرے شہر اور علاقہ کے لوگ بھی بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے آمادہ ہیں اور وہ اپنے فوائد کو بھول کر دوسروں کی ہمدردی میں مشغول رہنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

جلسہ سالانہ پر ربوہ تشریف لانیوالے احباب کی اطلاع کیلئے

قلیوں کا اُجرت نامہ

(۱) اسٹیشن سے ملحقہ دونوں اطراف کے مکانات ۳/
(۲) سٹیشن سے دفاتر تحریک جدید ہال لجنہ اماءاللہ محلہ ج محلہ دار الرحمت ۴/
(۳) اسٹیشن سے مسجد مبارک۔ نصرت گرلز ہائی سکول و کالج و دار الصدر شرقی ۴½/
(۴) اسٹیشن سے دار الصدر غربی ہائی سکول ۵/
(۵) اسٹیشن سے کالج ریسرچ دریا کے قریب کا محلہ اور دار الیمن ۸/

بس کے اڈہ سے

(۱) دار الصدر شرقی مسجد مبارک۔ ہال لجنہ دفتر انجمن و تحریک جدید ۳/
(۲) نصرت گرلز کالج۔ نصرت گرلز ہائی سکول۔ دار الصدر غربی محلہ ج ۴/
(۳) مکانات محلہ اسٹیشن حلقہ دار الصدر غربی نزد سٹیشن ۴/
(۴) محلہ دار الرحمت۔ غربی۔ شرقی وسطی ۵/
(۵) ہائی سکول دار الیمن۔ باب الابواب ۶/
(۶) کالج۔ ریسرچ ۷/
(۷) دار النصر ۱۰

نوٹ۔ سامان کا وزن ایک من ہونا چاہیئے :۔

(ناظم استقبال جلسہ سالانہ ربوہ)

ہر صاحب استطاعت احمدی کا فرض ہے کہ اخبار الفضل خود خرید کر پڑھے اور زیادہ سے زیادہ اپنے غیر احمدی دوستوں کو پڑھنے کے لئے دے :۔

نقد و تبصرہ

"چالیس جواہر پارے" تالیف حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

قیمت ایک روپیہ تین آنہ - ملنے کا پتہ ملک فضل حسین صاحب، احمدیہ کتابستان ربوہ

یہ چالیس احادیث نبوی کا ایک بیش قیمت مجموعہ ہے جس کی افادیت و اہمیت کا اندازہ حضرت میاں صاحب ممدوح کے نام نامی سے ہی لگایا جا سکتا ہے جنہوں نے اسے ترجمہ اور مختصر مگر جامع تشریح کے ساتھ مرتب فرمایا ہے۔ اب اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے جو اس کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ یہ مجموعہ کتنا دلکش جامع اور مفید ہے؟ اس کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی رائے درج کرتے ہیں:

"محترمی صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب احباب جماعت کی دینی اور اخلاقی تربیت کے لئے ہر لحظہ دردمند اور ہر جہت سے کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی کوششوں کا ایک نہایت پیارا اور دلکش پھل "چالیس جواہر پارے" کی شکل میں چھ سال سے احباب کو میسّر ہے.... یہ انتخاب گو مختصر ہے لیکن اسے ایک جامعیّت بھی حاصل ہے۔ اس مختصر مجموعہ کے مطالعہ سے ہم میں سے ہر ایک اپنے ایمان کو تازہ عشق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تیز تر اور شوق مطالعۂ حدیث کے عزم کو مضبوط تر کر سکتا ہے۔ تہذیب و اخلاق کے تمام بنیادی اصول اس مختصر مجموعہ میں سمٹ کر آ گئے ہیں...... میں امید کرتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان خصوصیت سے اس قابل قدر تصنیف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے"

قیمت ایک روپیہ تین آنے۔ مندرجہ بالا پتہ سے طلب فرمائیں۔

"قرآن کا اوّل و آخر" از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

یہ حضرت میاں صاحب ممدوح کے وہ مختصر تفسیری نوٹ ہیں جو آپ نے ۱۹۵۵ء کے رمضان المبارک کے اختتام پر درس القرآن کے طور پر مسجد مبارک ربوہ میں بیان فرمائے تھے اس میں آپ نے نہایت لطیف اور اچھوتے رنگ میں اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ:-

"قرآن مجید ایک نہایت درجہ عجیب و غریب کلام ہے جس کی ہر سورت اور ہر آیت اور ہر لفظ میں خدا کی خدائیت کا چہرہ نظر آتا ہے اس کی وسیع اور عالمگیر عمارت کو ایسے رنگ میں مرتب کیا گیا ہے کہ اس کے شروع میں تو ایک عالی شان ڈیوڑھی رکھ دی گئی ہے جس میں قرآن مجید کے مضامین کا گویا مکمل خاکہ آ جاتا ہے اور اس کے آخر میں ایک عقبی دروازہ نصب کیا گیا ہے جو دو بے مثال تعویذوں سے مزین ہے تاکہ قرآنی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دنیا میں قدم رکھنے والا انسان ان خطرات سے محفوظ ہو جائے جو اسے شیطانی طاقتوں کی طرف سے پیش آ سکتے ہیں"

قرآن پاک کو سمجھنے اور اس کے معارف کا ذوق پیدا کرنے کے لئے احباب کو بکثرت اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہئیے۔ قیمت صرف چار آنے فی نسخہ ہے۔ ملک فضل حسین صاحب مینجر احمدیہ کتابستان ربوہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

"سیرۃ حضرت امّی جان"

(از صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب)

حضرت سیدہ ام ناصر رضی اللہ تعالےٰ عنہا حرم اوّل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو جماعت احمدیہ کی خواتین میں ایک بلند ممتاز اور مرکزی مقام حاصل تھا آپ کی سیرت ایک ایسے قابل تقلید نمونہ کی حیثیت رکھتی تھی جو احمدی خواتین کو بالخصوص پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب نے ۷۸ صفحات پر مشتمل ایک مجموعہ میں آپ کے نمایاں اوصاف و خصائل، بیماری اور وفات کے حالات کو مرتب کیا ہے اس میں جماعت کی متعدد ایسی خواتین کے تأثرات بھی درج کر دیئے گئے ہیں جنہیں حضرت سیدہ ام ناصر رضی اللہ عنہا کو قریب سے دیکھنے کا اور ان کے اوصاف کا ذاتی طور پر مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ یہ کتاب تربیت کے لئے بہت مفید ہے۔ امید ہے احباب اس کی بکثرت اشاعت کریں گے "داؤد جنرل سٹور" گول بازار ربوہ سے حاصل کی جا سکتی ہے اصل قیمت ۱۲ آنے تھی۔ لیکن بکثرت اشاعت کے خیال سے اب قیمت ۸ آنے کر دی گئی ہے۔

جلسہ سالانہ پر احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں آنے کی کوشش کریں!

(از حضرت مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد ربوہ)

جیسا کہ قبل ازیں الفضل میں متعدد اعلانات کے علاوہ خطوط کے ذریعہ بھی احباب اور جماعتوں کو اس امر کی اطلاع دی جا چکی ہے کہ امسال ملک میں بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات کی بناء پر بامر مجبوری جلسہ کی تاریخوں میں تبدیلی کی گئی ہے یعنی اس سال ہمارا جلسہ سالانہ ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۵۹ء کی بجائے ۲۲-۲۳-۲۴ جنوری ۱۹۶۰ء بروز جمعہ ہفتہ۔ اتوار منعقد ہوگا۔

چونکہ تاریخوں کی تبدیلی غیر معمولی حالات میں ایک اہم ملکی مصلحت کی بناء پر کی گئی ہے اس لئے بہت ممکن ہے کہ ان دوستوں کو اس دفعہ کچھ دقّت اور مشکل محسوس ہو جو سالہا سال سے جلسہ کی اصل تاریخوں پر آنے کے عادی تھے اور شروع سال سے ہی ان تاریخوں پر آنے کے لئے اپنی ذہنی تیاری کے علاوہ اپنی رخصت اور فرصت کا انتظام بھی کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح جلسہ کی نئی تاریخوں پر خصوصاً تعلیمی اداروں میں عام رخصتوں کی سہولت ویسی نہیں جیسے دسمبر میں ہوا کرتی ہے ان حالات میں یہ ممکن ہے کہ اگر جماعتوں اور دوستوں نے اس دفعہ جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے خاص عزم اور بیداری کا ثبوت نہ دیا تو جلسہ کی عام حاضری میں کچھ فرق پڑ جائے۔ لہٰذا اس امکان کے پیش نظر میں تمام جماعتوں کے امراء عہدہ داران اور سلسلہ کے مربیان اور کارکنوں کو یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ ان غیر معمولی حالات میں جلسہ پر آنے کے لئے احباب کو غیر معمولی طور پر تحریک کرتے رہیں اور خود بھی اور جماعت کے علاوہ دوسرے دوستوں کو بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کے لئے توجہ دلائیں اور انہیں ساتھ لانے کی کوشش کریں تاکہ اس سال حاضری کم نہ ہو بلکہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے پہلے سے بھی بڑھ جائے۔

مرزا شریف احمد ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد

تصحیح:- جیسا کہ ۲ جنوری ۱۹۶۰ء کے الفضل میں صفحہ ۳ پر یہ اطلاع شائع ہو چکی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مکرم مولوی محمد اسحٰق صاحب صوفی مبلغ لائبیریا کو مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۵۹ء کو دوسرا فرزند عطا فرمایا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے نومولود کا نام "محمد الیاس" تجویز فرمایا ہے۔ قبل ازیں اس نام کی بجائے "محمد ادریس" نام شائع ہو گیا تھا جو نومولود کے بڑے بھائی کا نام ہے۔ احباب تصحیح فرمائیں۔

بنیادی جمہوریتیں اور ہمارا قومی مزاج

از سید محمد اکرم شاہ صاحب

چند دنوں میں سارے ملک میں بنیادی جمہوری اداروں کے انتخابات مکمل ہو جائیں گے اس کے بعد تحصیل، تھانہ، ضلع اور ڈویژن کاؤنسلوں کی تشکیل عمل میں آئے گی اور اس طرح وہ نیا نظام معرض وجود میں آجائیگا جسے صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کے الفاظ میں ایسی جمہوریت سے تعبیر کیا گیا ہے "جسے لوگ سمجھ سکتے ہوں اور چلا سکتے ہوں" اور جو "ہمارے لوگوں کے مزاج اور ملک کے حالات کے تقاضوں کے مطابق ہو" ان جمہوری اداروں کو لوگ آسانی سے اسلئے سمجھ سکیں گے کہ "جمہوریت کو عوام کے گھروں تک لایا گیا ہے"۔ یہ ادارے سابقہ طرز کی اسمبلیوں کی طرح بڑے بڑے شہروں میں عوام سے دور اور پولیس کے پہرے میں چھپ چھپ کر اپنا کاروبار نہیں چلائیں گے بلکہ چھوٹے چھوٹے قصبوں میں اور محلوں میں ووٹروں کی نظروں کے سامنے کام کریں گے نمائندگان کے حلقے اتنے رکھے گئے ہیں کہ وہ انہیں ذاتی طور پر سنبھال سکتے ہیں۔ ووٹر اس قابل ہوں گے کہ وہ اپنے نمائندہ سے ذاتی طور پر رابطہ قائم رکھ سکیں اور نمائندوں کے لئے یہ مشکل نہ ہوگا کہ وہ اپنے حلقوں کے لوگوں کی شکایات سن سکیں اور ہر واقعہ کی تہہ تک پہونچ کر انصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔

سابقہ سیاسی دور کے انتخابات میں بنیادی حلقہ نمائندگان میں غیر ضروری وسعت تھی۔ وسیع و عریض حلقوں کی وجہ سے کئی خرابیوں کو پنپنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ ایک چیز تو یہ تھی کہ اتنے بڑے حلقوں میں نمائندے کیلئے یہ ناممکن ہوتا تھا کہ وہ ہر شخص کے ساتھ تعلق قائم رکھ سکے یا ہر شخص کے دکھ درد کو معلوم کر سکے۔ یک انار وصد بیمار والا معاملہ ہو جاتا تھا۔

اس صورت میں نمائندے کے لئے دو ہی راستے ہو سکتے تھے اگر وہ واقعی کام کرنے کا جذبہ رکھتا تھا تو شکایات کو سننے اور معلوم کرنے کا اسے وقت نہ ملتا تھا۔ بصورت دیگر نمائندہ اس بات پہ اکتفا کرتا تھا کہ وہ سارے حلقہ میں چند ایسے افراد کو منتخب کرے جو اپنی دولت یا عیاری کے طور پر غریب عوام کو اس شخص کے حلقہ اثر میں رکھے اور چونکہ یہ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو کا سودا دونوں طرف سے ذاتیات پر مبنی ہوتا تھا۔ اس لئے قومی خدمت کی بجائے ممبر کو طوعاً و کرہاً ان مٹھی بھر افراد کو خوش رکھنے کے لئے وہ سب کچھ کرنا پڑتا تھا جو ایک آزاد ملک کے شہری کے شایان شان نہ ہوتا تھا۔

خدمت کا صحیح جذبہ رکھنے والے لوگ شاذ و نادر ہی ان انتخابات میں حصہ لیتے تھے اور اگر لیتے تو ان کی کامیابی کے امکانات بہت کم ہوتے تھے۔ اس لئے کہ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے اور نامناسب لوگوں نے ایسی فضا پیدا کر دی تھی جس میں قانون پسند شہری الجھنا نہیں چاہتے تھے انہیں معلوم تھا کہ ان بڑے حلقوں میں جہاں ووٹ دینے والوں کی اکثریت امیدواروں کی خوبیوں اور برائیوں سے ناواقف ہے . . . .

- - - - - - - - -

کامیابی صرف یا تو غیر قانونی اور غیر ایماندارانہ طریقے استعمال کر کے حاصل کی جا سکتی ہے اور یا دولت کو استعمال کر کے۔ یہ دوست دونوں طریقے بروئے کار نہیں لا سکتے تھے نامناسب طریقے استعمال کرنا تو ان کے مزاج کے مطابق نہ تھے اور دولت ایسے لوگوں کے پاس اکثر ہوتی نہ تھی اور ہو بھی تو وہ اسے انتخاب جیتنے پر صرف کیوں کرتے جبکہ مقصد خدمت ہو نہ یہ کہ منتخب ہو کر خرچ شدہ رقم سے کئی گنا زیادہ کمانا ہو۔ ان ایماندار لوگوں کا ایک طبقہ انتخابات میں حصہ لینے سے اس لئے بھی کنارہ کش رہتے تھے کہ اگر وہ منتخب ہو بھی جائیں تو ان کی آواز اس طوفان نفسانیت میں کون سنے گا۔

ادھر ان حلقوں میں حقیقی ووٹروں کی شناخت بذات خود ایک بڑا مسئلہ ہوتا تھا اور جہاں انتخاب لڑنے والوں کا انحصار ہی جعلی ووٹوں پر ہو وہاں ایسے ووٹوں کا سد باب ناممکن تھا خصوصاً جبکہ امیدوار وہ ہوں جسے عرف عام میں بڑے لوگ کہا جاتا ہے حکام متعلقہ کی حیثیت ہی اسی میں ہوتی تھی کہ وہ ان بڑے لوگوں کی ہر مذموم حرکت پر چشم پوشی کریں۔ مجھے ذاتی طور پر ایسے واقعات کا علم ہے کہ جن میں دو بچوں کے باپ کو ڈاکٹری سرٹیفکیٹ کی بناء پر صغیر قرار دیا گیا۔ یا کئی پشتوں سے سکونت پذیر شخص کو غیر شہری قرار دیا گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ ان ہتھکنڈوں کے ذریعہ جو انتخاب ہوگا وہ مکروزور کی آواز تو ہو سکتا ہے۔ لیکن جمہور کی آواز نہیں ہو سکتا اور فی الواقع ہوتا بھی یہی تھا۔ ہمارے نمائندوں کی محلاتی سازشیں۔ پارلیمانی مباحث کے دوران میں ممبروں کے سو جانے کے واقعات اور پارلیمانی ایوانوں میں قتل و فساد کے حادثات ہماری سیاسی زندگی کے اجزاء لاینفک بن چکے تھے۔ یہ دور ایک عجیب ہی پرفن دیوانگی کا دور تھا۔

اس مکدر فضا میں جس جمہوریت کو اس ملک میں چلایا جا رہا تھا اس نے عملی طور پر ہماری قوم کو دو طبقوں میں منقسم کر دیا تھا ایک طرف تو مٹھی بھر وہ لوگ تھے جنہوں نے سیاست اور حکومت پر اپنی اجارہ داری رکھی تھی یا ان کے حواری تھے۔ دوسری طرف ہمارے سادہ لوح عوام کی اکثریت تھی یہ دونوں طبقے ایک دوسرے کے نقیضین تھے اور دونوں کا ایک دوسرے سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ ان میں سے ہر طبقہ دوسرے طبقہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب پاک جمہوریت میں دورے پر جہاں جاتے تھے وہاں عوام کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ان کے استقبال کے لئے موجود ہوتا تھا۔ اس کے برعکس میں نے یہ نظارہ بھی بھی بارہا دیکھا تھا کہ پاکستان کا وزیر اعظم یا صدر کہیں پہنچا اور اسٹیشن پر چند افسروں کے علاوہ کوئی شخص ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے موجود نہ تھا اور ان حکام میں بھی زیادہ تر پولیس کے افراد ہوتے تھے جو ان "قومی نمائندوں" کو اپنی قوم سے محفوظ اور الگ رکھنے کیلئے متعین ہوتے تھے۔ یا تو وہ عالم تھا کہ یہ خود ساختہ قومی راہنما دھواں دھار تقریریں اور اپیلیں کرتے اور قوم کے کانوں پر جوں تک نہ رینگتی تھی اور یا یہ عالم ہے کہ لوگ اپنے خون سے اپنے صدر کے حکم پر سب کچھ قربان کرنے کے عہد نامے لکھ کر دے رہے ہیں

بنیادی جمہوریتوں کو ایسے ماحول میں اور ایسی بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے جہاں گذشتہ غلاظت وادبار کی تمام اقدار بدل چکی ہیں۔ صدر پاکستان کے الفاظ میں "وہ دن جا چکے ہیں جبکہ ہماری مملکت کے معاملات کو محض اقتدار اور حرام دولت پر چلایا جاتا تھا۔ آنے والے نئے نظام کی بنیادیں ٹھوس انسانی اقدار پر رکھی جائیں گی" ملک میں صحیح جمہوریت کو فروغ دینے کے لئے نہ صرف بنیادی جمہوریت کے منصوبہ میں ان تمام عوامل کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو گذشتہ تلخ تجربے نے قوم کے نوٹس میں لائے اور جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے بلکہ معاشرہ کے دیگر نقائص کو جو جمہوری نظام کی ترقی پر اثر انداز ہو سکتے ہیں درست کیا جا رہا ہے۔ زرعی اصلاحات نے نوٹ اور ووٹ کے چکر کو پہلے ہی توڑ دیا ہے اور اب تعلیمی اصلاحات ...... ملک میں صحیح سیاسی شعور پیدا کرنے میں مد ہونگی۔

نہ صرف یہ کہ جمہوری اداروں کو عوام کے دسترس میں لایا گیا ہے بلکہ اس چیز کا انتظام کیا گیا ہے کہ ممبر اپنے فرائض تندہی اور ایمانداری سے سرانجام دیں۔ قانون میں یہ انتظام کیا گیا ہے اگر ممبر تین مسلسل میٹنگوں سے بغیر کسی مجبوری کے غیر حاضر رہے یا اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرے تو اسے ہٹا دیا جائے۔ لیکن یہ اختیار مناسب شرائط کے ماتحت استعمال ہوگا۔ اسلئے جہاں ایک اچھے کام کرنے والے شخص کو یہ ڈر نہ ہونا چاہیئے کہ اسے بغیر کسی معقول سبب کے ہٹا یا جائے گا۔ وہاں ایک ممبر یہ بھی تصور نہیں کر سکتا کہ ایک دفعہ ممبر بن جانے کے بعد وہ عرصہ تک خواب غفلت سوتا رہے گا یا من مانی کرتا رہے گا۔ دوسری طرف ان اداروں کو ان تمام امور کے متعلق اختیارات دئے گئے ہیں جو ہماری مادی اور روحانی زندگی کو سنوارنے کے لئے ضروری ہیں ان میں تعلیم، زراعت، صحت، امن عامہ حیوانات کی پرورش، صنعت، تفریحی اور ثقافتی سرگرمیاں اور اجتماعی بہتری کی تمام باتیں شامل ہیں۔ اس لئے یہ کاؤنسلیں نشستند گفتند و برخاستند کی مجلسیں نہ ہونگی۔ ان چیزوں کی منصوبہ بندی کی ابتداء چونکہ مقامی سطح پر ہوگی اسلئے وہ ہوائی قلعے نہ ہونگی بلکہ حقیقت پسندانہ کاروبار ہوگا۔

بنیادی جمہوری اداروں کا نظام ایک حقیقت پسند نظام ہے اور اسلئے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ایک طرف تو ان کو بے کار نہ رہنے دیا جائے دوسری طرف یہ بھی انتظام کیا گیا ہے کہ ان کو ان کی وسعت سے زیادہ کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے اور اسی لئے ہی قانون میں یہ شق رکھی گئی ہے کہ حکومت کے فرائض ان اداروں کو منتقل کئے جا سکتے ہیں اور ان اداروں کے فرائض حکومت سنبھال سکتی ہے۔

سادہ زندگی اور ملکی ترقی

کسی قوم کی قوت اور اس کی بقا کا انحصار اس کے افراد کے کردار اور اطوار پر ہوتا ہے۔ اسی طرح افراد کے مسائل ہی قومی مسائل کو جنم دیتے ہیں۔ اگر انفرادی طور پر ان مسائل کا تدارک نہ کیا جائے تو اکثر اوقات قومی سطح پر ان کا حل ایک عقدۂ لاینحل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہم بھی گوناگوں انفرادی مسائل کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ جن کے اثرات ہماری قومی زندگی کو مسموم کر رہے ہیں۔ مگر ہم ان مسائل کو اپنی توجہ کا مستحق نہیں سمجھتے۔ اور نہ ہی ہمارے ذہن ان کے سدباب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

ترقی یافتہ ملکوں میں نیچے کا طبقہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ اور بیچ کا طبقہ معقولیت کی حد تک خوشحال ہوتا ہے۔ اور اسی طبقے کے افراد ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھ کر اوپر کے طبقے میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ ہم جس ڈگر پر چل رہے ہیں۔ اس کا انجام یہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ کہ بیچ کا طبقہ اپنی جگہ خالی کر کے نیچے کے طبقے کی تعداد بڑھا رہا ہے۔ ہمارے ملک میں اس وقت امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہوتا جا رہا ہے۔

ایک آزاد ملک کے مستقبل کے لئے ایک قلیل تعداد کی امارت اور ایک کثیر تعداد کی غربت کوئی نیک فال نہیں ہے۔ کیونکہ جب کسی ملک کی دولت سمٹ کر چند تجوریوں میں چلی جاتی ہے تو وہ ملک افراطِ زر کا مریض ہو جاتا ہے۔ اور روپے کی قیمت گر جانے سے عوام کی قوت خرید متزلزل ہو جاتی ہے۔ ہمارے ملک کو بھی یہ مسائل درپیش ہیں۔ اگر موجودہ حکومت برسرِ اقتدار نہ آتی تو ممکن تھا۔ کہ مہنگائی اس نقطۂ عروج تک پہنچ جاتی کہ ہمارے لاکھوں نہیں کروڑوں بھائی بھوک کی وجہ سے لقمۂ اجل ہو جاتے اور ہمارے ملک کی دنیا بھر میں ساکھ ختم ہو جاتی۔

افسوس کا مقام ہے۔ کہ ہم نے اپنے ادنےٰ مسائل کا بار بھی حکومت کے کندھوں پر ڈال رکھا ہے۔ حالانکہ ہمارے بیشتر مسائل ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں۔ اور اگر ہم اپنی عادات، اطوار اور کردار میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لیں۔ تو نہ صرف ہم اپنے داخلی مسائل سے نمٹ سکتے ہیں بلکہ خارجی مسائل کے تدارک کے لئے اپنی حکومت کا ہاتھ بھی بٹا سکتے ہیں۔

سادہ روی ایک دو حرفی نسخہ ہے مطلب یہ کہ ہم اپنی عادات اور اطوار کو تکلفات سے نجات دلا کر زندگی کے ہر پہلو اور گوشے کو سادگی سے مزین کریں۔ اور اس کی برکات سے مستفیض ہوں۔ اگر ہم اپنے لباس اپنی خوراک اپنے میل جول کے طریقوں اپنی تقریبات اور بیاہ شادیوں کی رسومات کو سادگی کا رنگ دیدیں۔ تو ہمارے بیشتر انفرادی مسائل جو قومی سطح کو عبور کر چکے ہیں۔ خود بخود حل ہو جائے گا۔

ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہماری زندگی کی ضروریات بازار میں موجود بھی ہیں۔ اور ان کی قیمتوں میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ جب جنس کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی کا نام مہنگائی ہے۔ رسد کی موجودگی میں مہنگائی کا فروغ یا ناجر بازاری اور منافع خوری کو جنم دیتا ہے۔ آخر کار اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ روپے کی کثیر مقدار چند تجوریوں میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور عام ہاتھوں میں اس کی گردش برائے نام رہ جاتی ہے۔ اس قومی حادثے کا نام افراطِ زر ہے۔

اب سوچنا یہ ہے۔ کہ ہم ان مسائل سے کس طرح عہدہ برا ہوں۔ اس کا شافی جواب ایک ہی ہے کہ ہم سادہ روی اختیار کر لیں۔ جب ہماری زندگی تکلفات سے پاک ہو جائیگی۔ تو ہر کنبہ کی بیشتر ضروریات میں تخفیف ہونا شروع ہو جائیگی۔ ہم بلا ضرورت بازار میں کسی شے کے خریدار نہیں بنیں گے۔ اور نہ ہی کسی شے کے منہ مانگے دام ادا کریں گے۔ ہماری اس عادت کے دو خوشگوار اثر ظہور پذیر ہوں گے ایک یہ کہ ہم بیرونی مہنگی مصنوعات سے لگاؤ چھوڑ دیں گے۔ اور ضروریات کے وقت اپنے ملک کی نسبتاً سستی اشیاء خریدیں گے۔ جس سے ہمارا زرمبادلہ بچے گا۔ دوسرا یہ کہ خریداری کا طوفان تھم جانے سے بازار میں جنس کی افراط ہو جائے گی اور اشیاء کی قیمت گرنے سے روپے کی قیمت بڑھ جائیگی۔ اس طرح سے بہت حد تک مہنگائی کا سدباب ہو جائیگا۔ کیونکہ ایک جنس کی قیمت دوسری جنس کی قیمت پر اثر ڈالتی ہے۔ جب ایک شخص دوسری جگہ سے اپنی ضروریات مہنگے داموں خریدتا ہے تو وہ اپنا مال بھی مہنگے بھاؤ بیچتا ہے۔

سادہ روی کے طریق کار پر کاربند ہو کر ہم اپنے بیاہ شادیوں اور دوسری ہر قسم کی تقریبات کے اخراجات میں معتدبہ حد تک کمی کر سکتے ہیں اگر برادری کے افراد معاشرتی اور مجلسی تنظیموں کو وجود میں لائیں جو برادری کی اصلاح و بہبود کے لئے سادہ روی کی ترویج و تبلیغ کر سکیں تو سالوں کا کام دنوں میں ختم ہو سکتا ہے۔ پڑھے لکھے مرد اور عورتیں اگر سادہ روی کا نمونہ بن کر میدان میں نکلیں اور اپنے اپنے حلقوں میں سادہ روی کی تلقین کریں تو تکلفات اور فضول خرچی کا وہ تمام زہر دور ہو سکتا ہے۔ جو ہماری قومی زندگی کو مفلوج کر رہا ہے۔

ہمیں اس امر کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ کہ ہماری حکومت ہمارے ان مسائل کو تیزی کے ساتھ حل کرنے میں مصروف ہے۔ جو بادہ سابقہ حکومتوں کے طاق نسیاں کی زینت بنے ہوئے تھے۔ ان میں چند ایسے معرکے کے مسائل تھے۔ جن کو حل کئے بغیر پاکستان میں قومی تعمیر ناممکن تھی۔ ان میں سے ایک مہاجرین کی آبادکاری کا اور دوسرا کاشتکاروں کو زمین کا مالک بنانے کا مسئلہ تھا۔ حکومت ان دونوں مسائل کے حل میں کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھ چکی ہے۔ ان ہر دو مسائل کے حل کے بعد یقینی طور پر متوسط طبقہ اوپر کو ابھریگا۔ بلکہ آئندہ حکومت کی باگ ڈور بھی اسی طبقے کے ہاتھ ہو گی۔ اس طبقے کا وجود اسی صورت میں پروان چڑھ سکتا ہے جبکہ یہ طبقہ سادہ روی کو اپنا شعار بنائے اور جو کچھ حکومت کی جرأت اور کوشش سے اسے حاصل ہوا ہے۔ اُسے ضائع نہ کرے بلکہ اس میں اور اضافہ کرے تاکہ اس کی انفرادی زندگی مضبوط ہو کیونکہ انفرادی زندگی کی مضبوطی ہی قومی تعمیر کا ستون ثابت ہوئی ہے۔

سادہ روی ہمیں فضول خرچی سے بچا کر بچت کو اگر ہم حکومت کی نگرانی میں بڑھنے دیں۔ اور ایسی سکیموں میں لگائیں۔ جو چھوٹی بچتوں کی سکیمیں کہلاتی ہیں۔ تو ہماری یہ رقم اپنے ہمراہ منافع بھی لاتی ہے۔ اور ہماری قومی منصوبہ بندیوں کو پروان چڑھانے میں بھی مدد دیتی ہے ان منصوبوں کی تکمیل سے ہمارے ملک میں صنعتی ترقی فروغ پاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی لاکھوں پاکستانیوں کو روزگار مہیا ہوتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اپنی مدد آپ کے سلسلے میں بھی ہمیں سادہ روی کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے ملک کے حالات کے عین موافق ہے اور اسکے ذریعے ہم اپنی ان تمام صلاحیتوں کو جمع کر سکتے ہیں۔ جو ہماری مشکلات کا سدباب کرنے کے علاوہ ہمیں حقیقی مسرت اور خوشحالی کی زندگی سے ہمکنار کر سکتی ہیں۔

درخواست ہائے دعا

(۱) میرا بھتیجا عزیزم ضیاءالدین ٹیلر کویت کاروبار کے لئے ایک سال سے گیا ہوا ہے۔ وہ اچانک وہاں پر بعارضہ ٹی بی بیمار ہو گیا ہے۔ بزرگان سلسلہ و درویشان قادیان عزیز موصوف کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔ (ایم غلام رسول بھٹی (بھٹی جنرل سٹورز) صدر جماعت احمدیہ نیلا گنبد)

(۲) خاکسار کو ایک پیچیدہ مقدمہ میں مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالےٰ مجھے ان تفکرات سے نجات دے اور ہر قسم کے مالی نقصانات سے بچائے

(صوفی بشیر احمد از کراچی)

(۳) میرے عزیز ڈاکٹر محمد احمد صاحب لندن میں بیمار ہیں اور بیماری بڑھتی جا رہی ہے۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و رحم سے کامل شفا عطا فرمائے اور لمبی زندگی عطا کرے۔ آمین (حاجی محمد الدین درویش قادیان)

(۴) خاکسار کو مالی مشکلات درپیش ہیں۔ نیز میری نظر دن بدن کمزور ہو رہی ہے احباب مشکلات کے دور ہونے کے لئے اور نظر کی بحالی کے لئے دعا کریں۔

(محمد صدیق محلہ اشکناں جلال پور جٹاں)

(۵) میری چھوٹی ہمشیرہ ایک ماہ سے بعارضہ بخار بیمار ہیں احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ (سید اعجاز احمد شاہ انسپکٹر بیت المال)

(۶) میری چھوٹی بہن بعارضہ بخار و خونی پیچش سخت بیمار ہے۔ بزرگان سلسلہ اللہ تعالےٰ کے حضور صحت کیلئے دعا فرمائیں۔ (نذیر احمد کھیوں والی تحصیل ناروال)

ولادت

مؤرخہ ۴ دسمبر ۵۹ء مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب نیاز درویش قادیان کو اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے چھ بچیوں کے بعد پہلا لڑکا عطا کیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے از راہ شفقت بچے کا نام عبدالوکیل تجویز فرمایا ہے۔

نومولود چوہدری عبدالحکیم صاحب کنیز انڈسٹریز کراچی کا پوتا ہے۔ اس خوشی میں چوہدری دین محمد صاحب کھیڑہ فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ نے مبلغ پانچ روپے ارسال کئے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ نومولود کو صحت والی لمبی عمر عطا کرے اور خادم دین بنائے۔ آمین (مینیجر الفضل)

دعائے مغفرت

برادرم محمد عقیل معلم وقف جدید بہاولپور کے جواں سال بھائی محمد شفیع صاحب ۲۸ دسمبر کو کوئٹہ میں سول ہسپتال میں وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انہوں نے اپنے پیچھے چھوٹے بچے اور بیوہ چھوڑی ہے۔

مرحوم کی نعش بذریعہ ٹرک کوئٹہ سے بہاولپور ۲۹ دسمبر کو پہنچی۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور بچوں کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

(ملک رشید احمد طیب معلم وقف جدید بہاولپور)

وصایا

ذیل کی وصایا منظوری سے قبل شائع کی جارہی ہیں۔ اگر کسی صاحب کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے اعتراض ہو تو وہ دفتر بہشتی مقبرہ کو ضروری تفصیل کے ساتھ مطلع فرما دیں (سیکرٹری مجلس کارپرداز)

نمبر ۱۵۵۰۲: میں پروین اختر بنت محمد یٰسین قوم پیر پیشہ طالب علمی عمر ۱۶ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن گجرات حال کوئٹہ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۵/۵۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں میں فی الحال طالب علم ہوں سکول کے خرچ میں سے (جو مبلغ روپے سے زائد نہیں ہوتا) مبلغ ایک روپیہ ماہوار چندہ دیتی رہوں گی اور اگر کوئی آمد پیدا کروں گی تو اس کی اطلاع بھی صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو دوں گی اور اس کا ۱/۱۰ حصہ چندہ بھی ادا کروں گی۔ اور اگر کوئی جائداد پیدا کروں گی تو اس کی اطلاع بھی صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو دوں گی اور اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ ربوہ ہوگی نیز میرے مرنے کے بعد اگر میری کوئی جائیداد ثابت ہوگی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ مالک ہوگی۔

الامۃ پروین اختر موصیہ

گواہ شد محمد اسلم جاوید موصی ۱۴۹۴۷ ۔ ایسٹ ۵/۵ راما شند سٹریٹ فاطمہ جناح روڈ کوئٹہ۔

گواہ شد:۔ محمد یٰسین والد موصیہ پروین اختر مکان ۲۱/ C-5 بروری روڈ کوئٹہ

نمبر ۱۵۵۱۴: میں محمد علی ولد چوہدری غلام محمد قوم آرائیں پیشہ ملازمت عمر اندازاً ۴۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۲ء ساکن موضع چک ۳۶۵ ج ب ڈاک خانہ گوجرہ ضلع لائلپور صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ مئی ۱۹۵۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری زرعی جائیداد موضع ۳۶۵ ج ب ضلع لائلپور تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہے جس کی تفصیل کا مجھے پورا علم نہیں اس کے علاوہ میرا ماہوار گزارہ ہے جو کہ مبلغ ۵۳ روپے مع الاؤنس ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا اس کے علاوہ جو جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز مقبرہ بہشتی کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر جائیداد میری ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ فقط راقم الحروف محمد علی چوہدری ساکن موضع ۳۶۵ ج ب ضلع لائلپور حال پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔

العبد محمد علی

گواہ شد سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا

نمبر ۱۵۵۱۵: میں محمد رفیق ولد تاج الدین قوم اعوان پیشہ ملازمت عمر ۴ سال تاریخ بیعت ۴ مارچ ۱۹۵۳ء ساکن بوچھال کلاں ڈاکخانہ بوچھال کلاں ضلع جہلم صوبہ ویسٹ پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۹/۵۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے اس وقت ماہوار آمد مبلغ دو صد روپیہ ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میرا متروکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی

العبد محمد رفیق

گواہ شد محمد احمد شاہد انچارج مربی سلسلہ ڈھاکہ ۴ بخشی بازار روڈ ڈھاکہ

گواہ شد عبد اللطیف پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ تیج گاؤں ڈھاکہ

نمبر ۱۵۳۱۶: میں رقیہ بیگم زوجہ عبد الغفور خان قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۴۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن چک ۹۸ شمالی ڈاکخانہ چک ۹۹ شمالی ڈاکخانہ چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۲/۵۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

حق مہر ایک سو روپیہ۔ زیور طلائی ۴ تولہ قیمت ۵۰۰/- روپے۔ ایک عدد مشین پرانی جس کی قیمت ۵۰/- روپے کل میزان ۶۵۰/- روپے ہیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میں اور کوئی جائیداد پیدا کروں گی تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ نیز مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ہوگی

الامۃ:۔ رقیہ بیگم زوجہ عبد الغفور

گواہ شد:۔ سید ولایت شاہ انسپکٹر وصایا ۱۵/۱۲/۵۹

گواہ شد:۔ عبد الغفور خان خاوند موصیہ ۱۵/۱۲/۵۹

ضروری اعلان برائے والنٹیرز بر موقعہ جلسہ سالانہ

باہر سے آنیوالے جن انصار و خدام نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے اپنے نام دفاتر انصار و خدام میں بھجوائے ہیں۔ وہ مورخہ ۲۰؍۲۱ جنوری بوقت ۲ بجے تا ۴ بجے شام دفتر انصار اللہ مرکزیہ میں تشریف لا کر مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب منتظم معاونین کو ملیں اور ان سے اپنی ڈیوٹی معلوم کر کے فوراً اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو جائیں۔

(افسر جلسہ سالانہ)

تقریب رخصتانہ
(بقیہ صفحہ اول)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی قصیدہ کے بعض اشعار خوش الحانی سے پڑھ کر سنائے ازاں بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا کرائی۔ جس پر یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جو احمدیت کے طفیل بہت دور دراز علاقوں کے درمیان قائم ہوا ہے دونوں خاندانوں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ہر طرح اور ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائے اور یہ اس کے فضل سے مثمر ثمرات حسنہ ثابت ہو۔ آمین

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴)